ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

# شرعی احکام کے بارے میں سوالات: یسئلونک آیات کی روشنی میں

# "THE QUESTIONS OF THE COMPANIONS REGARDING LEGAL (SHARĪʿAH) RULINGS: A STUDY IN THE LIGHT OF THE VERSES YAS'ALŪNAKA"

**برہان الدین:**
ایم فل سکالر علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
**ڈاکٹر احمد عبدالرحمن:**
لیکچرار کلیہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

## Abstract:

*This article examines the questions raised by the Companions of the Prophet ﷺ regarding Sharīʿah rulings, as reflected in the Qur'anic verses that begin with "Yas'alūnaka" (They ask you). It highlights how these inquiries addressed practical, legal, and moral issues faced by the early Muslim community, demonstrating the Qur'an's role as a direct source of guidance in response to real-life concerns. The study emphasizes the wisdom, clarity, and comprehensiveness of the Qur'anic answers, which not only resolved specific legal matters but also laid down enduring principles for Islamic jurisprudence. By analyzing these verses, the article underscores the importance of seeking knowledge, engaging in thoughtful inquiry, and adhering to divine guidance in matters of faith and law. This research aims to show that the Yas'alūnaka verses remain highly relevant in the contemporary context, offering timeless direction for understanding and applying Sharīʿah in changing circumstances.*

**Keywords**: Sharīʿah Rulings, Yas'alūnaka, Companions

## تعارف:

اسلام ایک جامع اور آفاقی دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس دین کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ عقل، فہم اور شعوری تدبر کو بنیادی اہمیت دیتا ہے، بالخصوص شرعی احکام کے فہم میں۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے عملی، معاشرتی اور انفرادی مسائل فطری طور پر سوالات کو جنم دیتے ہیں، اور اسلام ان سوالات کو دبانے کے بجائے ان کے درست اور بروقت حل کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی اصول کے تحت صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے مختلف شرعی امور کے بارے میں سوالات کیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق اپنی زندگیوں کو منظم کر سکیں۔

قرآنِ کریم میں يَسْأَلُونَكَ سے شروع ہونے والی آیات اس حقیقت کی روشن مثال ہیں کہ اسلام میں شرعی رہنمائی سوال و جواب کے بامقصد اور حکیمانہ اسلوب کے ذریعے فراہم کی گئی ہے۔ ان آیات میں عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرتی قوانین سے متعلق سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں، جو نہ صرف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنے بلکہ بعد کے ادوار میں اسلامی فقہ کی بنیاد بھی قرار پائے۔ یہ سوالات محض تجسس پر مبنی نہ تھے بلکہ عملی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے خلوصِ نیت سے کیے گئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ شرعی احکام کے معاملے میں انتہائی حساس اور محتاط تھے۔ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے یا قیاس پر عمل کرنے کے بجائے براہِ راست وحیِ الٰہی کی رہنمائی چاہتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان سوالات کے جواب میں جو اصول اور احکام بیان کیے، وہ اسلامی شریعت کی جامعیت، سہولت اور حکمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ان آیات کے ذریعے یہ پیغام بھی دیا گیا کہ شریعت انسان کی فطرت، ضروریات اور حالات کو پیشِ نظر رکھ کر نازل کی گئی ہے۔

يَسْأَلُونَكَ کی آیات اس امر کو بھی واضح کرتی ہیں کہ شرعی احکام جامد نہیں بلکہ اصولی بنیادوں پر قائم ایک زندہ نظام ہیں، جو ہر دور میں رہنمائی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ عصری تناظر میں جب مسلمان مختلف نئے فقہی مسائل سے دوچار ہیں، ان آیات کا مطالعہ سوال کرنے کے درست منہج، وحی کی بالادستی اور شریعت کی حکمت کو سمجھنے میں نہایت مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس طرح صحابہ کرامؓ کے شرعی سوالات اور ان پر نازل ہونے والی قرآنی ہدایات نہ صرف ابتدائی اسلامی معاشرے کی فکری پختگی کو ظاہر کرتی ہیں بلکہ آج کے مسلمانوں کے لیے بھی یہ سبق رکھتی ہیں کہ دینی معاملات میں سوال کرنا، رہنمائی طلب کرنا اور وحی کی طرف رجوع کرنا ہی فہمِ شریعت کا صحیح راستہ ہے۔

شرعی احکامات میں عبادات میں سے بہترین اور افضل عمل "نماز" ہے نماز اسلام کا بنیادی ارکانوں میں سے دوسرا رکن ہے اور اس کو بہترین عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا[1]

"میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یعنی اپنے وقت پر نماز ادا کرنا"۔

نماز چھوڑنے پر سخت وعید آئی ہیں، نماز چھوڑنے کو کفر کے قریب کہا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ نماز ادا کرنے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کو اصطلاح میں فرائض کہا جاتا ہے جس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔ من جملہ ان شرائط میں سے ایک طہارت بھی ہے۔ طہارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت بدن اور کپڑے پر ایسی گندگی نہ لگی ہو جس کے ہوتے ہوئے نماز ادا نہ ہوتی ہو۔ اسی وجہ سے نماز کے لئے وضو یا بوقت ضرورت غسل لازم قرار دیا گیا ہے۔ نماز کا حکم مرد عورت کے لیے یکساں ہے لیکن کچھ ایسے عوارض بھی ہیں کن کے ہوتے ہوئے عورت کے لئے نماز چھوڑنے کی رعایت دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے وہ ایام ماہواری ہے جس کو شرعی اصطلاح میں حیض کہا جاتا ہے۔

**طہارت سے متعلق سوال**

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ[2]

ترجمہ: "اور لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک گندگی ہے پس تم عورتوں کو حیض کے دوران میں قریب / نزدیک نہ ہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے۔ بے شک اللہ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور پاک صاف رہنے والوں سے"۔

**شانِ نزول:**

اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت انسؓ سے روایت ہے:

إِنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ،لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبُيُوتِ، فَسَأَلَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِﷺ النَّبِيَّﷺ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ [3]

ترجمہ: "یہود میں یہ عادت تھی کہ جب ان میں سے کسی عورت کو ماہواری آتی تو وہ نہ اس عورت کے ساتھ کھاتے تھے اور نہ اس کے ساتھ گھروں میں رہتے تھے۔ نبی ﷺ کے ساتھیوں نے اس بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی"۔

بعض روایات میں سوال پوچھنے والے کا نام بھی آیا ہے۔ سوال پوچھنے والا ثابت بن دحداحؓ تھے یا دوسرا قول یہ ہے کہ سید بن حضر و عباد بن بشر نے سوال پوچھا تھا۔ ذہن میں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ صحابہؓ کو کیوں ضرورت پیش آئی کہ انہوں نے یہ سوال پوچھ لیا۔ اگر سوال پوچھنے والے صحابہ کرامؓ کے ناموں پر غور کیا جائے تو یہ تینوں صحابہؓ انصاری صحابہ ہیں یعنی مدینہ منورہ کے اصل باشندے ہیں۔ اس سوال کے پیچھے ایک پس منظر ہے وہ اس طرح کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کے قوم

---

[1] البخاري. محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح. کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ بوقتھا، ج1 ص112، رقم:527.

[2] البقرۃ2 : 222

[3] الخازن، علاء الدین علي بن محمد بن إبراهيم، تفسیر الخازن، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2004ء. ج1 ص153.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

آباد تھے۔ایک مشرک قوم تھی جن کے نمایاں قبیلہ اوس وخزرج تھے اور دوسری قوم یہود کی تھی۔

اوس وخزرج جاہل اور بت پرست تھے جبکہ یہود اہل کتاب تھے۔اس لئے اوس وخزرج کے نزدیک یہود ایک تعلیم یافتہ اور لکھے پڑھے لوگ تھے۔اس لئے اکثر کاموں میں ان کے تقلید کرتے تھے۔جب مدینہ منورہ میں اسلام آیا اور اوس وخزرج کی اکثریت مسلمان ہوگئی تو ان میں سے بعض باتیں اور عادات ایسے تھے جو انہوں نے یہود سے سیکھے تھے۔

جب اوس وخزرج قبیلے مسلمان ہوگئے اور انصار بن گئے۔ان پر یہود کی ضلالت ظاہر ہوگئی اور ان کو اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی سمجھنے لگے تو فطرۃ ان کے ذہن میں بعض باتوں سے متعلق سوال آیا ہوگا کہ اس کام کے متعلق یہود اس طرح کہتے تھے۔اب اسلام کی اس بارے میں کیا تعلیمات ہیں۔

چونکہ یہودیت میں عورت کو ایام کے دوران انتہائی حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوا۔انصار ان کے ساتھ سالوں سے رہتے تھے۔انصار کو ان کی یہ عادت اچھی طرح معلوم تھی۔چونکہ وہ مسلمان ہوگئے تھے اس لئے انہوں نے اس بارے میں اسلامی تعلیمات سے اپنے آپ کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا اور یہ سوال پوچھا۔

**آیت کی تفسیر:**

قُلۡ هُوَ أَذى[1]

أَذى کا لغوی معنی ہے:تکلیف واذیت بنانا[2]

خازن اس کا معنی کرتے ہیں:

مایکرہ من کل شئی[3]

"یعنی ہر ناپسندیدہ چیز"۔

آیت کا معنی یہ ہوگا کہ حیض ایسی چیز ہے جس کو تم ناپسند کرتے ہو،یہ اس لئے کہ اس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں:(۱) بیماری (۲)خون اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جو کو ہر سلیم الفطرت انسان ناپسند کرتا ہے۔ہر ناپسند چیز سے انسانی طبعیت تکلیف محسوس کرتا ہے۔عام مفسرین اس کا معنی گندگی سے کرتے ہیں جو کہ ایک کنایۃ معنی ہے علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

وَالأَذَى كِنَايَةٌ عَنِ القَذَرِ عَلَى الجُمْلَةِ[4]

ترجمہ:لفظ "اذی" گندگی سے کنایہ ہے۔

لیکن اس کو حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔آیت کا مفہوم اس طرح ہوگا کہ حیض ایک تکلیف دہ چیز ہے یعنی یہ ایسی بیماری ہے کہ اس سے عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔

**جہاد سے متعلق سوالات**

مدنی دور کی دس سالہ زندگی میں آپ ﷺ نے 17 سے زیادہ مرتب میدان جنگ کا رخ کیا اور 50 سے زیادہ مرتبہ اپنے صحابہ کرام ب کو میدانوں میں بھیجا۔اگر سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو چار مہینہ مسلسل ایسے نہیں گزرے ہوں گے جس میں آپ ﷺ نے بذات خود یا اپنے اصحاب کو میدانِ جنگ کی طرف نہ بھیجا ہوں۔اس میں بعض اقدامی جہاد تھے اور بعض دفاعی نوعیت کے تھے۔اس سے جہاد کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

موضوع سے متعلق یہاں پر جہاد کے ابحاث میں سے وہ ذکر کئے جائیں گے جو قرآن مجید میں **یسئلونك** لفظ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں یہ دو مسئلے ہیں۔ایک سورۃ البقرۃ میں جس میں حرمت والے مہینوں میں جہاد اور قتال کا حکم معلوم کرنا ہے۔دوسرا مسئلہ مالِ غنیمت کا ہے جس کا ذکر سورۃ الانفال میں ہے۔اس بحث میں یہ دونوں سائل بیان کئے جائیں گے۔

---

[1] البقرۃ2 : 222

[2] معلوف،لوئیس،المنجد في اللغة والأعلام، بیروت،لبنان:دار المشرق،2000ء.ص52.

[3] علاء الدین الخازن. تفسیر الخازن. ج1 ص154.

[4] القرطبي،ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاري،الجامع لأحكام القرآن،بیروت،لبنان:دار الكتب العلمية،2003ء، ج3 ص83.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

**حرمت والے مہینوں میں قتال کا حکم:**

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [1]

ترجمہ: ”لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے۔ مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے۔ اور یہ کافر تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کر دیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے“۔

**مال غنیمت کے بارے میں سوال**

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَنفَالِ ۖ قُلِ ٱلْأَنفَالُ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَأَصْلِحُوا۟ ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ [2]

ترجمہ: ”آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ مالِ غنیمت کا اختیار اللہ اور رسول کو حاصل ہے۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات درست کر لو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم واقعی مؤمن ہو“۔

**شان نزول:**

”جنگ بدر کے موقع پر جب دشمن کی شکست ہو گئی تو صحابہ کرامؓ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک حصہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ رہا، دوسرا دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو گیا اور تیسرا دشمن کے چھوڑے ہوئے مالِ غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہو گیا۔ یہ چونکہ پہلی جنگ تھی اور مالِ غنیمت کے بارے میں متصل ہدایات نہیں آئی تھیں اس لئے اس تیسرے حصے نے یہ سمجھا کہ جو مال انہوں نے اکٹھا کیا ہے وہ انہی کا ہے۔ لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد پہلے دو گروہوں کو یہ خیال ہوا کہ وہ بھی جنگ میں برابر کے شریک تھے اس لئے ان کو بھی اس مال میں حصہ دار ہونا چاہئے۔ جب معاملہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو یہ آیات نازل ہوئیں جس میں بتایا گیا کہ مالِ غنیمت کے بارے میں فیصلے کا مکمل اختیار اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ہے“[3]۔

اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات جنگ بدر کے غنائم کی تقسیم کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

**آیت کی تفسیر:**

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَنفَالِ:

بعض حضرات نے یہاں پر سوال کا معنی پوچھنے سے نہیں کیا بلکہ مانگنے سے کیا ہے یعنی آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ آپ سے غنیمت کے مال میں سے مانگتے ہیں۔ ضحاکؒ اور عکرمہؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے[4]۔

---

[1] البقرۃ2: 270

[2] انفال8 : 1

[3] تقی عثمانی، مفتی، توضیح القرآن، کراچی، معاف القرآن 2019ء، تفسیر سورۃ الانفال، ص250۔
تفسیر قرطبی، ج7، ص316

[4] علاء الدین الخازن. تفسیر خازن. ج2، ص290.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

یہ قول آیت کی شان نزول اور واقعہ سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ خازنؒ فرماتے ہیں:

و هوسؤال استفتاء لا سؤال طلب[1]

"یہ سوال استفتاء اور حکم معلوم کرنے کا سوال تھا نہ کہ مانگنے کا سوال"۔

ٱلْأَنفَالِ:

یہ **نفل** کی جمع ہے۔ **نفل** کا معنی ہے زیادتی۔ **غنائم** کو **نفل** اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر زیادہ مہربانی ہے کہ ان کے لئے **غنائم** حلال ہیں بنسبت دیگر سابقہ امتیں کہ ان پر غنیمت کا مال استعمال کرنا حرام تھا[2]۔

فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَأَصۡلِحُواْ ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ:

أي: اتقوا الله في أقوالكم وأفعالكم، وأصلحوا ذات بينكم. [3]

"یعنی اپنے اقوال اور افعال میں تقوی اختیار کرو اور آپس میں اختلاف نہ رکھو"۔

**سوال کی نوعیت:**

یہ سوال غزوہ بدر میں حاصل شدہ مال غنیمت سے متعلق تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کو کفار سے نہ تو کوئی منظم جنگ پیش آئی تھی اور نہ مال غنیمت۔ 2 ہجری میں یہ جنگ پیش آئی تھی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مالِ غنیمت بھی کافی مقدار میں حاصل ہوا۔ جاہلیت میں تو دستور یہ تھا کہ جو جتنا مال جنگ میں لوٹے وہ اس کا حقدار ہے۔ اسی دستور کی بناء پر بعض لوگوں نے ایسے سوالات اٹھائے جس سے بات نمایاں ہوئی کہ تقویٰ، باہمی خیر خواہی اور اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے۔ اگرچہ یہ سوال بعض افراد کی طرف سے تھا لیکن اسلامی معاشرہ کے اندر اس سے ایک بڑی خامی کی نشاندہی ہوئی۔ سوال کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ کسی خاص گروہ کو متعین نہیں کیا گیا بلکہ تمام مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی اس تعلیم کو قبول کریں اور اپنے اور کسی ایسے وجوہات کو ترقی نہ دیں جو تقوی اور توکل، باہمی ہمدردی اور اطاعت رسول کے خلاف ہو۔

**مال خرچ کرنے سے متعلق سوال**

يَسۡـَٔلُونَكَ مَا ذَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلۡ مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِيۡلِ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ[4]

ترجمہ: "لوگ آپ سے پڑھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہونا چاہئے اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے"۔

وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلِ الۡعَفۡوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ[5]

ترجمہ: "اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام تمہارے لئے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر سے کام لو"۔

**شان نزول:**

پہلی آیت انصاری صحابی حضرت عمرو بن جموحؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ صحابی بڑے عمر کے تھے اور مال بھی زیادہ تھا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:

بما ذا نتصدق و على من تنفق[6]

---

[1] ایضًا.

[2] ایضًا.

[3] القرطبي، ابو عبد الله محمد بن احمد الانصاري، تفسير القرطبي، بیروت، لبنان: دار الكتب العلمية، 2003ء، ج2 ص340.

[4] البقرة2 : 215

[5] البقرة2 : 219

[6] شفیع، مفتی، معارف القرآن، تفسیر البقرة2 : 219، اسباب نزول، ج1 ص67۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

"ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں"۔

دوسری آیت کا شان نزول یہ ہے کہ:

"جب قرآن میں مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا کہ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں، تو چند صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انفاق فی سبیل اللہ کا جو حکم ہمیں ملا ہے ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ کیا مال اور کون سی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں"[1]۔

**ایک جیسا سوال دوبارہ ذکر کرنے کی حکمت:**

یہ بات تو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ مہمل نہیں، ہر ایک لفظ اور ہر ایک جملہ اپنا مقام رکھتی ہے۔ پھر یہاں پر قرآن مجید میں ایک جیسا سوال دوبارہ کیوں ذکر کیا گیا؟

اصولی جواب اس کا یہ ہے کہ ایک سوال دو جگہ ذکر کرنا اور دو الگ الگ جواب دینا یقینا کسی حکمت پر مبنی ہے۔ یہ حکمت ان حالات وواقعات میں غور کرنے سے واضح ہو جاتی ہے جن میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ پہلی آیت جو حضرت عمرو بن جموحؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ عام مسلمانوں کا بھی سوال تھا اس سوال کے دو جزء ہیں ایک یہ کہ مال میں کیا اور کتنا خرچ کریں اور دوسرا یہ کہ اس کا مصرف کیا ہو کن لوگوں کو دیں؟۔

دوسری آیت میں سوال کا صرف ایک ہی جزء ہے جیسا کہ اس کی شانِ نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے یعنی کیا خرچ کریں۔ اس طرح ان دونوں سوالوں کی نوعیت کچھ مختلف ہو گئی کہ پہلے سوال میں کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں کا سوال تھا اور دوسرے میں صرف کیا خرچ کریں کا سوال ہے۔ پہلے سوال کے جواب میں جو کچھ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کہ دوسرے جزء یعنی کہاں خرچ کریں زیادہ اہمیت دے کر اس کا جواب تو صریح طور پر دیا گیا اور پہلے جزء یعنی کیا خرچ کریں کا جواب ضمنی طور پر دینا کافی سمجھا گیا۔

علامہ راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

أَمَّا الأَوَّلُ فَسُؤالٌ عَنِ الجِنسِ الَّذي يُنفَقُ، وهُنَّ يُنفَقُ عَلَيهِ، فَبُيِّنَ لَهُمُ الأَمْرانِ، وأَمَّا السُّؤالُ هاهُنَا (الثَّاني) فَعَنِ القَدْرِ المُنْفَقِ، فَأُجِيبُوا بِحَسَبِهِ [2]

"یعنی پہلے سوال کا تعلق جنس سے ہے کہ کیا چیز خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں اور دوسرا سوال مقدار سے متعلق ہے کہ کتنی مقدار میں خرچ کریں"۔

پہلے سوال کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ سوال مال خرچ کرنے کا تھا لیکن جواب علی اسلوب الحاکم دیا گیا، فرمایا کہ یہ مت پوچھو کہ کیا خرچ کرنا ہے؟ بلکہ کہاں خرچ کرنا ہے؟ مصرف کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کو پھیر دیا اور متنبہ کیا کہ سوال یوں کرو کہ مصرف معلوم کرنا ہے۔ دوسرے سوال کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلے سوال کے جواب میں معاف بتلا کر جواب دیا گیا اس لئے وہ مطمئن نہ تھے۔ دوبارہ سوال کیا گیا تو فرمایا "**العفو**" یعنی جو ضرورت سے زائد ہو دنیا وآخرت کی ضرورت کو دیکھ کر خرچ کرو۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ان سوالوں کی حکمت اس طرح بیان کی ہے:

"یہ سوالات ان کمزور قسم کے لوگوں کی طرف سے ہیں جو انفاق میں مشقت محسوس کر رہی تھی۔ ان کی اسی کمزوری کا لحاظ تھا کہ قرآن نے ان کو جواب بھی درجہ بدرجہ دیا تاکہ ان پر زیادہ شاق نہ گزرے"[3]۔

اسلام نے انفرادی اور شخصی ملکیت کا نہ صرف اعتبار کیا ہے بلکہ شخصی املاک کو تسلیم کر کے اس کی حفاظت بھی کی ہے۔ بیع وتجارت، ہبہ وصدقہ، وصیت وورراثت وغیرہ کے احکام صرف شخصی املاک کی حفاظت اور جائز طریقے سے اس کی منتقلی کے لئے نازل کئے گئے ہیں تاکہ شرعی قانون کے خلاف کوئی فرد دوسرے فرد کی املاک کا ناجائز اور غاصبانہ استعمال نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] شفیع، مفتی، معارف القرآن، تفسیر البقرۃ 2 : 219، ج1 ص512۔

[2] راغب، حصین بن محمد، ابو القاسم. تفسیر الراغب الاصفهانی. ریاض: دار الوطن، 2003ء. ج1 ص453.

[3] اصلاحي، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور، پاکستان: مکتبۃ دار تدبر القرآن، 1983ء، ج1 ص516۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ[1]

ترجمہ:"اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کے مال کو ناحق مت کھاؤ مگر یہ کہ برضا ورغبت کے ساتھ تجارت یعنی خرید وفروخت کرکے کھاؤ"۔

اس آیت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ بخوشی معاوضہ دے کر دوسرے کا مال لینا جائز ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر معاوضہ مالک جائیداد کی رضا کے خلاف کسی کی شخصی املاک کا لینا ناجائز وحرام ہے کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَن أَخَذَ مِنَ الأَرْضِ شيئًا بغيرِ حَقِّهِ خُسِفَ به يَومَ القِيَامَةِ إلى سَبْعِ أَرَضِينَ[2]

"جو شخص کسی کی زمین ناحق اس کی رضامندی کے بغیر غصب کرے گا قیامت کے روز اس شخص کو زمین کے سات طبقوں کے نیچے دھنسایا جائے گا"۔

ترمذی کی روایت ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا[3]

"جو شخص کسی کی چیز غصب کرے گا وہ ہم میں سے نہیں"۔

ان احادیث اور اس جیسی دوسری احادیث کی رو سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے شرعی اصول کی رو سے کسی کا مال یا زمین ناحق لینا اور مال زمین کی رضا ورغبت کے بغیر بلا معاوضہ زمین پر قبضہ کرنا غصب اور ظلم ہے اور آخرت میں اس طرح زمین لینے والوں پر سخت عذاب ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:

ليس للامام ان يخرج شيئا من يد احد الا بحق ثابت معروف[4]

ترجمہ:" سربراہ مملکت کے لیے جائز نہیں کہ کسی فرد سے کوئی چیز کسی واجب الادا حق کے بغیر لے یا قبضہ کرے"۔

علامہ شامیؒ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور مصر کی زمینوں کے بارے میں امام نوویؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ:

"اراضی مصر جو دراصل بیت المال کی زمینیں تھیں اور مصر فتح ہونے کے بعد لوگوں کی املاک کو ان کی ملک میں رہنے دیا گیا۔ اس وقت کی حکومت نے اس میں دخل اندازی کی تو امام نوویؒ نے اعتراض کیا اور حکومت وقت کو منع کیا۔ آپ حکومت کا اس وقت تک مقابلہ کرتے رہے اور اس کو سمجھاتے رہے یہاں تک کہ حاکم وقت نے لوگوں سے زمین سرکاری تحویل میں لینے کا ارادہ ترک کر دیا"[5]۔

الغرض زبردستی کسی کی ملکیت پر قبضہ کرنا خواہ جو بھی قبضہ کرے حکومت ہو یا عام فرد یہ غصب اور ظلم ہے۔ اسلام نے ہر کسی کی انفرادی ملکیت تسلیم کی ہے اور یہ نہیں کہ اس کو کھلی چھوٹ دی بلکہ مالک پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی ہے۔ اسی لئے اگر حکومت ایسا کوئی قانون بناتی ہے جو شرعی اصولوں کے خلاف ہو تو وہ باطل اور غیر معتبر ہے۔ البتہ حکومت مفاد عامہ کی خاطر مالکان اراضی کی رضامندی سے خواہ بالعوض ہو یا بلا معاوضہ زمین لے کر فقراء ومساکین اور دوسرے مستحقین میں تقسیم کر سکتی ہیں۔

**عورتوں اور یتیموں سے متعلق سوال**

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي ٱلنِّسَآءِ ۖ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَٰبِ فِي يَتَٰمَى ٱلنِّسَآءِ ٱلَّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلْوِلْدَٰنِ وَأَن تَقُومُوا۟

---

[1] النساء4: 29

[2] البخاري. الجامع الصحيح. كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئاً من الأرض، ج:3، ص:130، رقم:2454.

[3] ترمذي، محمد بن عيسى، سنن الترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في النهي عن النهبة، رقم:2258.

[4] ابن عابدين، محمد امين بن عمر، رد المحتار على الدر المختار، بيروت، لبنان: دار الفكر، 2000ء. كتاب الجهاد. ج4 ص181.

[5] النووي، أبوزكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي. منهاج الطالبين وعمدة المفتين في الفقه، بيروت: دار الفكر، 2005م.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا[1]

ترجمہ:"اور لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں شریعت کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے بارے میں حکم بتاتا ہے اور اس کتاب کی جو آیتیں جو تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ بھی ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو ہم ان کا مقرر شدہ حق نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنا بھی چاہتے ہو نیز کمزور بچوں کے بارے میں بھی اور یہ تاکید کرنی ہے کہ تم یتیموں کی خاطر انصاف قائم کرو اور تم جو بھلائی کا کام کروگے اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے"۔

جب سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى[2] اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت نازل فرمائی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ:

" عرب میں یہ دستور تھا کہ یتیم بچی کی ولی اس بچی سے خود نکاح کرتا یا اپنے اولاد کا نکاح کراتا جب یتیم بچی خوبصورت ہوتی اور مال بھی اس کے پاس ہوتا تھا۔ لیکن جب بچی بدصورت ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتا اور نہ دوسروں کو اجازت دیتا یہاں تک کہ وہ مر جاتی اور اس کا میراث ولی لے جاتا تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی"[3]۔

تیسرا قول یہ ہے کہ:

" عربوں کی عادت تھی کہ وہ عورت کو مہر نہیں دیتے یعنی عورت کا ولی مہر خود لیتا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ[4] یعنی عورتوں کو ان کا مہر ادا کیا کرو، تو صحابہؓ نے اس کے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"[5]

**آیت کی تفسیر:**

یستفتونك یہاں پر سوال متعین نہیں ہے کہ کیا سوال پوچھ رہے ہیں کس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ طلب کر رہے ہیں۔ یہ قرآن حکیم کا اسلوب بیان ہے کہ قرآن میں لوگوں کے سوال بالعموم نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوتے ہیں اور یہی طریقہ قرین بلاغت ہے جب جواب سے سوال کی نوعیت خود واضح ہو جاتی ہے تو سوال کے نقل کرتے ہیں طولِ کلام کی کیا ضرورت باقی رہتی[6]۔

**یتیموں سے متعلق سوال:**

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[7]

ترجمہ:" اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان کی بھلائی چاہنا نیک کام ہے اور اگر تم ان کے ساتھ مل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون معاملات بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا یقیناً اللہ زبردست حکمت والا ہے"۔

---

[1] النساء4 : 127

[2] النساء4 : 3

[3] ابن الجوزي، ابو الفرج عبد الرحمن بن علي، زاد المسير في علم التفسير، بیروت، لبنان: دار الكتب العلمية، 2002ء، ج1 ص479.

[4] النساء4 : 4

[5] ابن الجوزی، عبد الرحمٰن بن علی. زاد المسیر فی علم التفسیر. ج1 ص479.

[6] اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن۔ ج1 ص397۔

[7] البقرۃ2: 220

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

**شان نزول:**

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئی وَلَاتَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[1] اور اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا [2]صحابہ کرامؓ میں سے جن کے پاس یتیم کا مال تھا انہوں نے اپنے مال سے یتیم کا مال اور اس کا کھانا پینا الگ کر دیا۔ اسی طرح یتیم کے کھانے میں سے جو بچ جاتا تو وہ اس کے لئے رکھوا دیتے یہاں تک کہ یتیم اس کو کھالیتا یا وہ کھانا پڑے پڑے خراب ہو جاتا، کھانے پینے میں اتنا زیادہ احتیاط صحابہ کرامؓ پر شاق گزرا اور انہوں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی[3]۔

سائلین کون ہیں؟ چونکہ سوال کا تعلق اسلامی احکامات سے ہے اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ یہ سوال صحابہ کرامؓ نے پوچھا ہو گا۔ بعض مفسرین نے ان کے نام بھی ذکر کئے ہیں کہ انہوں نے یہ سوال پوچھا تھا۔ یہ دو صحابہ کرامؓ ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال ایک انصاری صحابیؓ ثابت بن رفاعہؓ نے پوچھا جبکہ بعض مفسرین سائل کا نام عبداللہ بن رواحہؓ ذکر کرتے ہیں۔

**آیت کی تفسیر:**

قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ اس میں یتیم کی اصلاح کا ذکر ہے کسی قید کا ذکر نہیں کہ کس چیز میں ان کی اصلاح کی جائے یہ اس وجہ سے تا کہ یتیم کے جملہ حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ اگر صرف مال کا ذکر ہوتا تو لوگ یتیم کے حق میں صرف ان کی مال کی حفاظت اور اصلاح کرتے اور یتیم کی تعلیم و تربیت پر کوئی توجہ نہیں دیتے اس لئے قرآن میں لفظ إِصْلَاحٌ کو نکرہ لایا گیا جو اس کے عام ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے، کہ ہر حال میں اور ہر جگہ، اسی طرح زندگی کے ہر موڑ میں یتیم کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر یتیم کے حق میں یہ بہتر ہو اور اس کو ضرورت ہو تو اس کی نکاح کرانا اس کا رشتہ اپنے لئے کرنا درست ہے[4]۔

بعض حضرات نے مال اور کھانے پینے کے اشیاء میں اصلاح مراد لیا ہے کہ یتیم کے مال کی حفاظت کیا جائے اور اس کو بغیر کسی نقصان اور بلا معاوضہ رکھ لیا جائے، اسی طرح یتیم کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرے اور یہ خرچہ یتیم کے مال سے نہ نکالے تا کہ اس کی مال کی حفاظت ہو جائے اور یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

**میراث سے متعلق سوال**

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي ٱلْكَلَٰلَةِ ۚ إِنِ ٱمْرُؤٌا۟ هَلَكَ لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَهُۥٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا ٱلثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانُوٓا۟ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا۟ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ [5]

ترجمہ: "لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم بتاتا ہے اگر کوئی شخص اس حال میں مر جائے کہ اس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس ترکے میں سے آدھے کی حقدار ہو گی اور اگر اس بہن کی اولاد نہ ہو تو وہ اس بہن کا وارث ہو گا اور اگر بہنیں دو ہوں تو بھائی کے ترکے سے وہ دو تہائی کی حقدار ہوں گی اور اگر اس کے بھائی بھی ہوں اور بہنیں بھی ہوں تو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تمہارے سامنے وضاحت کرتا ہے تا کہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے"۔

**شان نزول:**

یہ آیت حضرت جابر بن عبداللہؓ کے بارے میں نازل ہوئی آپ ﷺ فرماتے تھے:

---

[1] الانعام6 : 52

[2] النساء4 : 10

[3] أبو داود. سليمان بن اشعث، سنن أبي داود. كتاب الوصايا، باب مخالطة اليتيم في الطعام. رقم: 2871.

[4] القرطبي. الجامع الاحكام القرآن. ج3 ص62.

[5] النساء4 : 176

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس کی تفصیل صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں:

مرِضْتُ مَرَضًا فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ، فَوَجَدَانِي أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ، فَأَفَقْتُ، فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ

رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میں بے ہوش تھا، آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور پھر وضو کا پانی میرے اوپر چھڑکا یا تو میں ہوش میں آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میراث کس کے لئے ہو گا۔ میرے وارث کلالہ ہیں (مطلب یہ کہ میرے میراث کا کیا حکم ہے کیونکہ میرے بہن، بھائی، والد نہیں ہیں) تو یہ آیت نازل ہوئی"[1]۔

**آیت کی تفسیر:**

قُلِ ٱللَّهُ يُفۡتِيكُمۡ فِي ٱلۡكَلَٰلَةِ:

اس میں فتویٰ کی نسبت اللہ کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے جس سے فتویٰ کی اہمیت اور ضرورت ثابت ہو رہی ہے۔ فتویٰ کا معنی یہ ہے کہ شرعی احکام میں سے جو مشکل ہو اس کو ظاہر اور بیان کیا جائے۔ قرآن مجید میں سورۃ نساء کی دو آیتیں ایسی ہیں جس میں صحابہؓ نے استفتاء کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے لفظ فتویٰ سے ان کو جواب فرمایا ہے۔

**حلال اور حرام کھانے سے متعلق سوال**

يَسْـَٔلُونَكَ مَا ذَآ أُحِلَّ لَهُمۡۖ قُلۡ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۙ وَمَا عَلَّمۡتُم مِّنَ ٱلۡجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ ٱللَّهُۖ فَكُلُواْ مِمَّآ أَمۡسَكۡنَ عَلَيۡكُمۡ وَٱذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ عَلَيۡهِۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَرِيعُ ٱلۡحِسَابِ[2]

ترجمہ: "لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کون سی چیزیں حلال ہیں؟ کہہ دو کہ تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سکھا کر سدھا لیا ہو، وہ جس جانور کو تمہارے لئے روک رکھیں اس میں سے تم کھا سکتے ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے"۔

**شان نزول:**

اس آیت کی شان نزول کے بارے میں دو قسم کی روایات ہیں:

"حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ فَقَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أُحِلَّ لَنَا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ الَّتِي أَمَرْتَ بِقَتْلِهَافَأَنْزَلَ اللَّهُ

کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کتوں کو مارنے کا حکم دیا، لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے جس کے قتل کرنے کا حکم دیا اس میں ہمارے لیے بھی کچھ حلال ہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی؟"[3]

صحابہ کرامؓ کی سوال پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ جب کتوں کا مارنے کا حکم ہوا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کتا پالنا ناجائز ہے لوگ شکار کے لیے بھی کتے پالتے تھے اور اس سے شکار کرتے تھے جب کتا پالنا ناجائز ہوا تو شکار بھی ناجائز ہو گا۔

یہی سوال بعض لوگوں کے ذہن میں آیا اور انہوں نے اس بارے میں پوچھا جیسا کہ آیت سے خود ظاہر ہو رہا ہے جس میں شکاری جانوروں کا ذکر ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال پوچھنے کا مطلب ہرگز یہ نہ تھا کہ انہوں نے کتے کھانے یعنی اس کا گوشت کھانے کے بارے میں پوچھا تھا۔

---

[1] البخاري. الجامع الصحيح. كتاب المرضى، باب عيادة المغمى عليه، رقم: 5651.

[2] المائدۃ 5 : 4

[3] الحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیسابوري، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء، رقم: 3212، ج2 ص340.

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس آیت کی شان نزول میں دوسری روایت سعید بن جبیرؓ سے منقول ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

"عدی بن حاتمؓ اور زید بن مہلہلؓ دونوں قبیلہ توطائی سے تعلق رکھتے ہیں ان دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ کتوں اور پرندوں کے ذریعے شکار کرتے ہیں بعض شکار کو تو ذبح کیا جاتا ہے اور بعض کو ذبح نہیں کر پاتے یعنی ذبح کرنے سے پہلے خود مر جاتے ہیں تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالی مردار کو حرام فرمایا ہے اب ہمارے لیے شکار میں سے کیا حلال ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی"[1]۔

**شراب اور جوئے سے متعلق آیت**

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا [2]

ترجمہ: "لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے"۔

اس ذریعہ سے آیا ہوا پیسہ بھی بالآخر انسان خرچ کر ڈالتا ہے جس کا غالب استعمال کھانے پینے کی اشیاء میں ہوتا ہے۔ گویا جوا بھی بالواسطہ (Indirect) ماکولات و مشروبات سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شراب بھی آمدن کا ایک ذریعہ ہے اور جوا بھی آمدن کا ذریعہ ہے جس کی طرف آیت میں مَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ الفاظ کے ذریعے اشارہ کیا گیا ہے۔ آمدن کا اکثر استعمال ماکولات، مشروبات پر ہی ہوتا ہے۔

**نتائج البحث**

قرآن کریم نے "یسئلونک" اور "یستفتونک" کے انداز سے ایسے کئی ایک مسائل کی نشاندہی کی ہے جو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے ان کے جوابات دیے "یسئلونک" سے شروع ہونے والے سوالات قرآن مجید میں 12 مقامات پر جبکہ "یستفتونک" سے شروع ہونے والے سوالات 2 مقامات پر آئے ہیں ان سوالات میں پوچھے گئے مسائل اور آیات مذکورہ میں زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی ملتی ہے۔ ان میں عبادات، عقائد، معاملات، اخلاقیات سے متعلق سوالات و جوابات شامل ہیں۔

اگر علم شہر ہے تو سوال اس کے لیے دروازہ ہے سوال ہی کی وجہ سے انسان کی جہالت دور ہو جاتی ہے اور وہ علم سے منور ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اچھے اور علمی سوالات کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جبکہ فضول اور بے ہودہ سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جو علمی اور اچھے سوال تھے قران مجید نے ان کو "یستفتونک" کے الفاظ سے ذکر کر کے ان کا جواب پیار کے انداز میں دیا گیا جبکہ دوسری قسم کے سوالات کو "لا تسئلو عن اشیاء" والی آیت میں منع کر دیا گیا ہے ہر کام کو انجام دینے کے اصول اور ضوابط مقرر ہیں اسی طرح سوال پوچھنے کے بھی آداب اور ضوابط ہیں اگر آداب و ضوابط کا لحاظ رکھا جائے اور اصول کے اندر رہتے ہوئے سوال پوچھا جائے تو یہ نہ صرف علم میں اضافے کا سبب ہے بلکہ یہ انسان کی مہذب تعلیمی یافتہ ہونے کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت اور پہچان کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ انسان کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔ اسی طرح انسان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ میرا رب قادر مطلق ذات ہے اور اس نے مجھے دنیا میں امتحان کے لیے بھیجا ہے۔ قیامت کے دن مجھے اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ قیامت کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار مظاہر قدرت کو دیکھنے اور اس کے بارے میں سوچنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اطراف عالم میں نظریں دوڑا کر انسان اپنے رب کو پہچان سکے۔ یہ چاند، پہاڑ، سورج، پانی، ہوا وغیرہ سب ہی انسان کے فائدے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ چاہے وہ دنیا کا فائدہ ہو یا آخرت کا فائدہ ہو۔ چاند، پہاڑ وغیرہ جس طرح پیدا کرنے میں خالق کے محتاج ہیں اسی طرح اس کا خالق ان چیزوں کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے۔ ان مظاہر قدرت میں بعض مظاہر ایسے ہیں جن سے اسلامی احکام وابسطہ ہیں۔

**سفارشات**

1۔ قرآنی اسلوبِ بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی دیگر آیات کی طرح "یسئلونک" اور "یستفتونک" والے آیات کو الگ عنوان اور موضوع دینا چاہئے اس حوالے سے تحقیقی کام کی جائے۔

---

[1] عثمانی، محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن۔ اسباب نزول سورۃ المائدۃ آیت 4، ص 192۔

[2] البقرۃ 2 : 219

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

2۔ جہاد اور مالِ غنیمت اسلامی احکامات میں سے ہیں اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جہاد اور مالِ غنیمت کو فعال کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

3۔ میراث اہم فریضہ ہے اور اس کے ساتھ دوسروں کا حق وابسطہ ہوتا ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں میراث کی قوانین بنائے اگر حکومت سستی کرے تو انفرادی طور پر ہر کسی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق میراث تقسیم کرے۔ ہمارے معاشرے میں عورتوں اور یتیموں کی میراث کے بارے میں بڑی لاپرواہی ہوتی ہے عموماً عورتوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حکومت کے ذمہ داری بنتی ہے کہ محروم افراد کو حق دلوانے کے لیے سخت قوانین بنائے۔ تاکہ معاشرے سے ظلم وجبر اور ناانصافی کا خاتمہ ہو سکے۔

4۔ حلال وحرام یا فقہ الحلال ایک جدید موضوع ہے اگرچہ اس پر مواد بہت ہے مگر بکھرا ہوا اور منتشر ہے گزشتہ سالوں میں اسلامی ممالک میں حلال کے موضوع پر جو کام ہوا ہے اور بین الاقوامی فقہی اداروں نے جو سفارشات اور تجاویز پر مرتب کی ہیں انہیں بھی مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

5۔ معاشرے میں بڑھتے ہوئے منشیات کی روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ شراب نوشی اور دیگر منشیات کے استعمال پر اسلامی سزاوؤں کی عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

## کتابیات

1۔ القرآن الکریم۔
2۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن مغیرہ ، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، دار الفکر۔
3۔ ابو داود، سلیمان بن أشعث سجستانی ، السنن. بیروت، لبنان: دار الفکر، 1414ھ/1994ء۔
4۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ، بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، 1412ء۔
5۔ القرطبي، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاري۔ الجامع لأحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2003ء۔
6۔ الخازن، علاء الدین علي بن محمد بن إبراھیم۔ تفسیر الخازن (لباب التأویل في معاني التنزیل)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2004ء۔
7۔ الراغب الأصفھاني. حسین بن محمد، المفردات في غریب القرآن. بیروت: دار النشر اللغۃ العربیۃ، 2018ء۔
8۔ معلوف، لوئیس۔ المنجد في اللغۃ والأعلام۔ بیروت، لبنان: دار المشرق، 2000ء۔
9۔ القرطبي، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاري۔ تفسیر القرطبي۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2003ء۔
10۔ اصلاحي، امین احسن۔ تدبر قرآن۔ لاہور، پاکستان: مکتبۃ دار تدبر القرآن، 1983ء۔
11۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 2000ء۔
12۔ النووي، ابو زکریا یحیی بن شرف۔ منھاج الطالبین وعمدۃ المفتین۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1997ء۔
13۔ ابن الجوزي، ابو الفرج عبد الرحمن بن علي۔ زاد المسیر في علم التفسیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2002ء۔
14۔ الحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیسابوري۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء۔